مشاہدات۔1223

ابو سعید حنیف احمد محمود۔برطانیہ

تقریر

تقریر بابت مسیح موعودؑ

وقت5-7منٹ

کِرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (الفرقان:64)

یعنی رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو(جواباً) کہتے ہیں"سلام"۔

معزز سامعین! مجھے آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک شعر "کِرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں۔ ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار" پر گفتگو کرنی ہے۔اِس شعر کے معانی سمجھنے کے لئے اِس کے سیاق وسباق کے اشعار کو سننا ضروری ہو گا۔کیونکہ ہمارے غیر، معاندین اور مخالفین اِس شعر کو لے کر حضور علیہ السلام پر بڑے گندے اعتراض کرتے ہیں۔آپ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

کام جو کرتے ہیں تیری رہ میں پاتے ہیں جزا
مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف وکرم ہے بار بار
تیرے کاموں سے مجھے حیرت ہے اے میرے کریم
کس عمل پر مجھ کو دی ہے خلعتِ قرب وجوار
کِرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار
یہ سراسر فضل واحساں ہے کہ مَیں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تیری کچھ کم نہ تھے خدمت گذار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 127)

سامعین! سب سے پہلے اِس شعر میں درج مشکل الفاظ کے معانی کو سمجھنا ضروری ہے۔

کِرمِ خاکی کو ہم انگریزی میں Earthworm کا نام دے سکتے ہیں۔جو ایک بے ریڑھ ہڈی کا حشرات ہوتا ہے جس کا جسم لمبا، نرم اور مختلف حصّوں(Segments) میں تقسیم ہوتا ہے اور زمین کے اندر رہتا ہے۔یہ کیڑے مکوڑے ماحولیات اور زراعت کے لیے انتہائی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔یہ زمین میں موجود گلے سڑے پتے اور نامیاتی مادّے کھاتے ہیں اور ان کا فُضلہ(Vermicompost) پودوں کے لیے ایک بہترین قدرتی کھاد کا کام کرتا ہے۔یہ زمین میں بل(سوراخ) بنا کر رہتے ہیں جس سے مٹی میں ہوا اور پانی کا گزر بہتر ہوتا ہے اور پودوں کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں۔اِن کی خصوصیت یہ ہے کہ اِن کے پھیپھڑے نہیں ہوتے، یہ اپنی نم جلد(Skin) کے ذریعے آکسیجن جذب کرتے ہیں۔**جائے نفرت** ایسی جگہ کو کہتے ہیں جس سے کراہت یا گِھن آتی ہو۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہاں شرمگاہ کے لئے استعمال فرمایا ہے۔

اور عار۔شرم، عیب اور بُرائی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

اِس اشعار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی عاجزی وانکساری کا ذکر فرمایا ہے۔ ہر مذہب میں تواضع، خاکساری اور عجز وانکساری کی تعلیم موجود ہے اور ہر نبی اِس خُلق کو نہ صرف اپنائے ہوئے ہے بلکہ وہ اپنے مقتدیوں کو اِس اہم خُلق کی تعلیم دیتا ہے۔ آئیں! سب سے پہلے بزرگ نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو لیتے ہیں۔ آپؐ فرماتے ہیں :

لَا تَوَاضَعَ عَبْدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ

(مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر 7032)

یعنی جو بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا ملاحظہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"اِنِّیْ ذَلِیْلٌ فَاَعِزَّنِیْ۔"

(مستدرك للحاكم، بحواله جامع الصغير للسيوطى جلد ا باب الكاف)

کہ مَیں ذلیل ہوں مجھے عزت دے۔

اسی طرح حضرت ایّوب علیہ السلام نے بارگاہِ ربُّ العزّت میں اپنے آپ کو عبدِ ذلیل قرار دیا۔

(تفسیر کبیر لامام رازی جلد 6 صفحہ 181 مصری)

جہاں تک مذکورہ بالا زیر بحث شعر کا تعلق ہے اس کے الفاظ ویسے ہی ہیں جیسے حضرت داوٗد علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے حضور مناجات کرتے ہوئے پیش کئے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"اے میرے خدا! اے میرے خدا! تونے مجھے کیوں چھوڑ دیا...پر مَیں تو کیڑا ہوں، انسان نہیں۔ آدمیوں میں انگشت نما ہوں اور لوگوں میں حقیر۔"

حضرت داوٗد علیہ السلام کی ان مناجات کا انگلش ترجمہ بائیبل (زبور نمبر 22 آیات 1۔6) میں یہ لکھا ہے

"But I am a worm, and no man a reproach of men and despised of the people"

بعینہٖ یہی ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شعر کا ہے۔ اس کا صاف اور صحیح مطلب تو یہ ہے کہ مَیں ایک بشر ہی تو ہوں، اس وجہ سے انسانوں کی طرف سے مجھے نفرت اور حقارت کا ملنا ایک لازمی امر ہے۔

پس خدا تعالیٰ کے حضور یہ عجز وانکسار اور تذلّل کا اظہار تو شانِ نبوّت کا خاصّہ ہے اور خاص طور پر شانِ داوٗدیؑ ہے۔ مکرم سیّد میر محمود احمد صاحب ناصر مرحوم "ایک لفظ کے اضافہ نے چار چاند لگا دیے" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

"پُرانے عہد نامہ میں زبور باب 22 آیت 6 میں جو عبارت ہے اُس کے اردو ترجمہ میں الفاظ ہیں۔ "پر مَیں تو کیڑا ہوں، انسان نہیں، آدمیوں میں انگشت نما ہوں اور لوگوں میں حقیر۔"

عبرانی حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی مذہبی زبان تھی۔ آپؑ کی مادری زبان مشرقی آرامی تھی... یہ عبارت اردو الفاظ میں مع ترجمہ ایسے ہیں۔

انو ثولعوانو ولو برنشد

مَیں کیڑا مَیں اور نہیں آدم زاد

حسدو د بفینشو و سولونہ دعمو

جائے نفرت انسانوں کی اور دھتکارا ہوا قوموں کا

اِس عبارت کا عربی ترجمہ کچھ اِس طرح کیا جاتا ہے۔ لکھا ہے:

اَمَّا اَنَا فَدُوْدَۃٌ لَا اِنْسَان۔ عَارٌ عِنْدَ الْبَشَرِ وَ مُحْتَقَرُ الشَّعْبِ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس عجز و انکسار کے مضمون کو اپنے ایک منظوم کلام میں بیان فرمایا تو بعض نام نہاد علماء نے اس پر تمسخر کا اظہار کیا کہ گویا آپ یہاں اپنی بشریت سے بھی انکار فرما رہے ہیں حالانکہ عاجزی وانکساری کے بارہ میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو بندہ تواضع اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا رفع ساتویں آسمان تک فرماتا ہے۔

جس بات کی طرف خاکسار یہاں عرض کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے بائبل کی عبارت کو اخذ فرما کر اپنے الفاظ میں بیان نہیں کیا ہے بلکہ اس میں دو الفاظ کا اضافہ کر کے اس کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ آپ نے اپنے کلام میں اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے "میرے پیارے" کے الفاظ کہہ کر بائبل کے مضمون سے بہت زیادہ خوبصورت مضمون بیان فرمایا ہے اور آپ کہتے ہیں۔

کِرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار"

(الفضل انٹرنیشنل 8/جولائی 2016ء)

سامعین! ہمارے معاندین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس شعر پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپؑ نے اپنے آپ کو "کرمِ خاکی" اور "بشر کی جائے نفرت" کہا ہے جو نبی کی شان شایانِ نہیں۔ خدا تعالیٰ کے تذلّل شانِ نبوت کا خاصّہ ہے۔

حاضرین! آپؑ کے اس شعر کو سیاق وسباق کے ساتھ اگر پڑھیں جس کا تذکرہ مَیں اوپر کر آیا ہوں۔ ان تمام اشعار کو مدّ نظر رکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ ان اشعار سے صاف ظاہر ہے کہ "کِرمِ خاکی" والے شعر میں "میرے پیارے" کے الفاظ خدا تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہے گئے ہیں اور یہ شعر بھی حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کی مناجات میں سے ہے جو آپ نے خدا تعالیٰ کے حضور کیں۔ نیز یہ شعر آپ کے عجز وانکسار اور خدا تعالیٰ کے حضور تذلّل کا آئینہ دار ہے جو کہ شانِ نبوّت کا ایک خاصّہ ہے۔ عجیب بات ہے کہ تواضع اور انکسار تو ہر مومن کا ہنر ہے۔ مگر عیب چین نگاہ اسے اپنے عدم بصیرت کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھہراتی ہے۔

ایک موقع پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

"اس آیت میں ان نادان موحّدوں کا ردّ ہے جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسرے انبیاء پر فضیلت کُلی ثابت نہیں اور ضعیف حدیثوں کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مجھ کو یونس بن متی سے بھی زیادہ فضیلت دی جائے۔ یہ نادان نہیں سمجھتے کہ اگر وہ حدیث صحیح بھی ہو تب بھی وہ بطور انکسار اور تذلّل ہے جو ہمیشہ ہمارے سیّد صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی ہر ایک بات کا ایک موقع اور محل ہوتا ہے اگر کوئی صالح اپنے خط میں احقر عباد اللہ لکھے تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ شخص در حقیقت تمام دنیا یہاں تک کہ بت پرستوں اور تمام فاسقوں سے بدتر ہے اور خود اقرار کرتا ہے کہ وہ احقر عباد اللہ ہے کس قدر نادانی اور شرارت نفس ہے۔"

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 163)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

"خدا کی عظمتوں سے ایک انسان اپنے آپ کو پوری طرح بھر سکتا ہی نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ایسا لامتناہی مضمون ہے کہ انسان کے اندر مزید کی طلب پیدا ہو جاتی ہے اور انسان جتنی ترقی کرتا چلا جاتا ہے اتنی اپنی کمزوریوں کی طرف اس کی نگاہ اَور زیادہ کثرت کے ساتھ پڑنے لگتی ہے اور زیادہ کمزوریاں دریافت کرنے لگتا ہے۔ چنانچہ ایسے صاحب عرفان وجود جب خدا کو مخاطب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ:

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

یہ عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! ہم میں تو کچھ بھی نہیں، تو نے کیا ہم میں دیکھا جو ہمیں چن لیا، ہم تو کسی لائق بھی نہیں۔ بے شمار محبت اور عشق کے ترانے دل سے اٹھتے ہیں جو دوسرے سننے والوں کو عجیب دکھائی دیتے ہیں۔ جب وہ ایسے صاحبِ عرفان لوگوں کی باتیں سنتے ہیں تو حیران ہوتے ہیں کہ وہ کیا باتیں کر رہے ہیں... یہ جو مضمون

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان سے سنتے ہیں تو آپ حیران ہوتے ہیں کہ یہ کیا بات ہے۔ جن کی ہم نے بیعت کی، جن کو اپنا امام مانا، جن کو خدا نے ہمارا امام بنایا ان کی یہ حالت ہے۔ آپ تعجّب سے دیکھتے ہیں اور غیر، تضحیک سے ان باتوں کو دیکھتا ہے اور مجالس میں بیان کرتا ہے کہ لو یہ دیکھ لو! یہ مرزا صاحب ہیں جنہوں نے دنیا کا امام ہونے کا دعویٰ کیا، کہتے ہیں خدا نے مجھے چن لیا اور پھر کہتے ہیں کرم خاکی ہوں نہ آدم زاد ہوں، بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار ہوں۔ ایسا شخص دنیا کی کیا سرداری کرے گا اور دنیا کی کیسے رہنمائی کا اہل ہو گا۔ وہ نادان یہ نہیں جانتے کہ ایسے وجود جب وہ خدا کو مخاطب ہوتے ہیں تو خدا کی عظمتوں کے مقابل پر اپنے آپ کو دیکھ رہے ہیں اور خدا کی عظمتوں کو جاننے والا صاحبِ عرفان آدمی خدا کے مقابل پر اپنے آپ کا بالکل ذرۂ ناچیز اور حقیر اور ذلیل ترین وجود سمجھنے لگتا ہے۔ اس پر یہ روشن ہو جاتا ہے کہ جس کی طرف وہ حرکت کر رہا ہے وہ لامتناہی وجود ہے جس کی کوئی حد نہیں، وہ حسنات کا درجہ کمال ہے ، اسی سے حسنات پھوٹتی ہیں اسی کی طرف لوٹتی ہیں اور اس کے مقابل پر وہ جو اپنی حیثیت کو دیکھتے ہیں تو وہ چھوٹی ہوتی ہوتی رفتہ رفتہ نظر سے غائب ہو جاتی ہے۔"

(خطبات طاہر جلد 6 صفحہ 700۔701)

اگر کوئی بشر کی جائے پناہ کہے، اس سے مراد یہ ہو گا جدھر جا کر وہ پناہ لیتا ہے، اگر کوئی جائے نماز کہے اس سے مراد جدھر جا کر وہ نماز پڑھتا ہے، اسی طرح جائے نفرت کا لفظی معنی بنتا ہے جدھر جا کر وہ نفرت کرتا ہے، جو آپ لوگ معنی بناتے ہیں وہ کسی لحاظ سے یہاں نہیں لگ سکتے جس طرح اوپر بتا دیا ہے کہ لغت میں اس کا وہ معنی بن ہی نہیں سکتا، اگر وہ معنی مان بھی جائیں۔ لغت کو بالکل بھلا کر تو بھی بشر کے جسم کا کوئی ایسا حصہ نہیں ہوتا جس سے نفرت کی جائے، اگر اتنا شوق ہے یہی معنی کرنے کا تو جسم سے اکھاڑ کر باہر کیوں نہیں پھینک دیتے ایسے حصے کو جس سے اتنی نفرت ہے۔

اس شعر کے یہی معنی ہیں کہ ہر کوئی مجھے نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے اور ہر کوئی میرے بارے میں ہی نفرت آمیز باتیں کر رہا ہے کہ گویا مجھے نفرت کا ٹھکانہ سمجھ لیا ہو جدھر آ کر لوگ نفرت کرتے ہیں۔

اب آپ لوگوں کی جہالت کا مجھے خوب اندازہ ہے، آپ نے کہنا ہے نفرت کا ٹھکانہ کیا ہوتا ہے، تو اس کا جواب یہی ہے کہ شاعری معنوی کلام ہوتا ہے اور ان معنی میں یہ بالکل پورا اتر رہا ہے۔

پس خدا تعالیٰ کے حضور یہ عجز و انکسار اور تذلّل کا اظہار تو شانِ نبوّت کا خاصّہ ہے۔ مناجات کے ان الفاظ پر اگر معترض تمسخر کرتا ہے تو دیگر انبیاء کرام اور سب سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منکسرانہ التجائیں بھی اس کی لپیٹ میں آتی ہیں۔

پس "کرم خاکی ہوں..." پر ہرزہ سرائی اسی طرح ہے۔ جس طرح سؤر گندگی کے ڈھیر میں اپنی تھوتھنی دھنسا کر گند کھاتا ہے اسی طرح مخالفین نے بھی جھوٹ کے گند میں اپنی تھوتھنی داخل کر کے انتہائی گند اور غلاظت سے بھرے ہوئے خیالات سے اپنا منہ بھرا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی جگہ بھی اردو میں ایسا نہیں فرمایا کہ جس کا وہ ترجمہ ہو سکے جو مخالفین کے گندے ذہن نے اختراع کیا ہے۔ کہ

"I am the obscene part of men and the shameful place of humans (Insaan ki Jaaye sharam)

پس یہ شعر آپ کے عجز و انکسار اور خدا تعالیٰ کے حضور تذلّل کا آئینہ دار ہے جو کہ شانِ نبوّت کا ایک خاصّہ ہے۔ جس طرح ہمارے آقا و مولیٰ نے جب خدا تعالیٰ کے حضور اپنے عجز و انکسار اور تذلّل کا اظہار کیا تو عرض کی۔

"انّی ذلیل فاعزّنی"

(جامع الصغیر للسیوطی، الجزء الثانی۔ صفحہ 86۔ المکتبہ الاسلامیہ سمندری۔ مطبوعہ 1394ھ)

کہ مَیں ذلیل ہوں مجھے عزّت عطا فرما۔

پس ایسا الزام لگا کر توہینِ انبیاءؑ کے کھلم کھلا مرتکب ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس کے اس حملہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ دوسرے نبی بھی حصّہ دار بنتے ہیں۔

اس سلسلہ میں آخر میں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ غیر یہ بھی صریح جھوٹ بولتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں اس کے اردو میں معانی انسان کے 'عضوِ نہانی' کے ہیں۔ کسی لغت میں "عار" کے معنے نہ انسان کی جائے شرم کے ہیں اور نہ ہی اس کے معنے ہیں "Private parts of men" ۔ اور اگر اس نے الفاظ "کی جائے نفرت" سے یہ مطلب نکالا ہے تو یہ اس کی غلیظ حماقت پر دلیل ہے۔ کیونکہ شعر میں اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ "نفرت کی جائے" یعنی لفظ "جائے" سے مراد 'کیا جانا' ہے 'جگہ' مراد نہیں ہے۔ نہ ہی جائے نفرت کا معنٰی جائے شرم ہوتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"مَیں پھر اپنی حقیقت کی طرف آتا ہوں۔ ایک سیکنڈ کے لیے بھی تمہارے اندر کبر اور غرور پیدا نہ ہو۔ تمہارے سر عاجزی سے ہمیشہ خدا کے آستانہ پر جھکے رہیں۔"

(حیاتِ ناصر جلد 1 صفحہ 651)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَیں اپنے نفس میں کوئی نیکی نہیں دیکھتا اور مَیں نے وہ کام نہیں کیا جو مجھے کرنا چاہئے تھا اور مَیں اپنے تئیں صرف ایک نالائق مزدور سمجھتا ہوں۔ یہ محض خدا کا فضل ہے جو میرے شامل حال ہوا۔ پس خدائے قادر اور کریم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس مشت خاک کو اس نے باوجود ان تمام بے ہنریوں کے قبول کیا۔"

(روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409-410)

پھر ایک جگہ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

" ہمارے لئے بھی بہتر ہے کہ جیسے ہم در حقیقت خاکسار ہیں۔ خاک ہی بنے رہیں جبکہ ہمارا مولیٰ ہم سے تکبّر اور نخوت پسند نہیں کرتا تو کیوں کریں۔ ہمارے لئے ایسی عزّت سے بے عزتی اچھی ہے جس سے ہم موردِ عتاب ہو جائیں۔"

(مکتوباتِ احمد جلد 1 صفحہ 316 مکتوب نمبر 8)

سامعین! اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ۔ (البقرہ:46) یعنی صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو اور یقیناً یہ عاجزی کرنے والوں کے سوا سب پر بوجھل ہے۔ اس آیت کے علاوہ بھی قرآن کریم میں عاجزی وانکساری کے متعلق ہمیں کئی آیات ملتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ قرآنِ کریم کے تمام احکامات، تمام اوامر و نواہی جو خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ضروری ہیں، اُن کی بنیاد عاجزی اور انکساری ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستوں پر نہیں چل سکتے اور اُس کے احکامات پر عمل نہیں کر سکتے جب تک کہ ہم عاجزی سے اُس کے فضل کے حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں۔

ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں بے شمار واقعات آپؑ کی عاجزانہ طبیعت کے بارے میں ملتے ہیں۔ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ آج کل اپنے خطبات میں بعض واقعات بیان فرما رہے ہیں جن میں سے چند ایک خاکسار آپ کے سامنے پیش کر دیتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اگر خود کو کِرمِ خاکی فرمایا تو دیکھیں کہ کس قدر عاجزی اور انکساری آپؑ کی طبیعت میں تھی۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کہتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ مَیں لاہور سے قادیان آیا ہوا تھا۔ حضرت صاحبؑ نے مجھے مسجد مبارک میں بٹھایا اور فرمایا۔ بیٹھو! مَیں کھانا لے کر آتا ہوں۔ پھر چند منٹ بعد خود ایک بڑی پلیٹ میں کھانا لے کر تشریف لائے۔ پھر فرمایا آپ کھائیں مَیں پانی لاتا ہوں۔ مفتی صاحبؓ کہتے ہیں بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ ہی بیان کرتے ہیں ایک دفعہ مَیں وضو کے لیے پانی ڈھونڈ رہا تھا کہ اس مقصد کے لیے اس دروازے کے اندر گیا جو اندرونی مکانات تک جاتا تھا۔ اتفاقاً اندر سے آپؑ تشریف لائے۔ مجھے کھڑا دیکھ کر فرمایا کہ آپ کو پانی چاہیے؟ مَیں نے عرض کیا: ہاں!۔ حضورؑ نے لوٹا میرے ہاتھ سے لے لیا اور فرمایا: مَیں لا دیتا ہوں اور خود اندر سے پانی ڈال کر لے آئے۔

حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ بیان کرتے ہیں کہ غالباً 1896ء کی بات ہے۔ جون کا مہینہ تھا اور اندر مکان نیا نیا بنا تھا۔ دوپہر کے وقت وہاں چارپائی بچھی تھی۔ مَیں لیٹ گیا۔ حضرت صاحبؑ ٹہل رہے تھے۔

مَیں جاگا تو دیکھا حضورؑ چارپائی کے نیچے لیٹے ہیں۔ مَیں ادب سے گھبرا کر اُٹھ بیٹھا۔ آپؑ نے فرمایا کیوں اُٹھے ہیں۔ عرض کیا کہ آپ نیچے لیٹے ہوئے ہیں، مَیں اوپر کیسے سوئے رہوں؟ مسکرا کر فرمایا: مَیں تو آپ کا پہرا دے رہا ہوں۔ لڑکے شور کرتے ہیں۔ انہیں روکتا تھا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آئے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر کرتے ہیں کہ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے مجھے بیان کیا کہ

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گھر کا کوئی کام کرنے سے کبھی عار نہ تھی۔ چارپائیاں خود بچھا لیتے تھے۔ فرش کر لیتے تھے۔ بستر کر لیا کرتے تھے۔ جھاڑو دیتے تھے۔ کبھی یک دم بارش آجاتی تو چھوٹے بچے تو چارپائیوں پر سوتے رہتے۔ حضور ایک طرف سے خود ان کی چارپائیاں پکڑتے دوسری طرف سے کوئی اَور شخص پکڑتا اور اندر برآمدہ میں کروا لیتے۔"

حضرت شیخ عبد القادر صاحبؓ تحریر کرتے ہیں کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ والد صاحب نے اپنی عمر ایک مغل کے طور پر نہیں گزاری بلکہ فقیر کے طور پر گزاری ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"کم فہم لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ مَیں اپنے مدارج کو حد سے بڑھاتا ہوں۔ مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میری طبیعت اور فطرت میں ہی یہ بات نہیں کہ مَیں اپنے آپ کو کسی تعریف کا خواہش مند پاؤں اور اپنی عظمت کے اظہار سے خوش ہوں۔ مَیں ہمیشہ انکساری اور گمنامی کی زندگی پسند کرتا رہا لیکن یہ میرے اختیار اور طاقت سے باہر تھا کہ خدا تعالیٰ نے خود مجھے باہر نکالا اور جس قدر میری تعریف اور بزرگی کا اظہار اس نے اپنے پاک کلام میں جو مجھ پر نازل کیا گیا ہے کیا۔" آپؑ نے فرمایا کہ "یہ ساری تعریف اور بزرگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 114 ایڈیشن 2022ء)

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"انسان کے نفس امارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں مگر سب سے زیادہ تکبّر کی پلیدی ہے اگر تکبّر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ رہتا۔ سو تم دل کے مسکین ہو جاؤ"

(تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 63)

آپؑ فرماتے ہیں کہ

"کوئی شخص محبتِ الٰہی اور رضائے الٰہی کو حاصل نہیں کر سکتا کہ جب تک کہ دو صفتیں اس میں پیدا نہ ہو جائیں۔ اوّل تکبّر کو توڑنا۔ جس طرح کہ کھڑا ہوا پہاڑ جس نے سر اونچا کیا ہوا ہوتا ہے گر کر زمین پر ہموار ہو جائے۔ اسی طرح انسان کو چاہئے کہ تمام تکبّر اور بُرائی کے خیالات کو دور کرے۔ عاجزی اور خاکساری کو اختیار کرے۔"

(ذکر حبیب، حضرت مفتی محمد صادقؓ صفحہ 261)

حضورؑ فرماتے ہیں:

"مؤمن کی یہ شرط ہے کہ اس میں تکبّر نہ ہو بلکہ انکسار، عاجزی، فروتنی اس میں پائی جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے ماموروں کا خاصّہ ہوتا ہے۔ ان میں حد درجہ کی فروتنی اور انکسار ہوتا ہے اور سب سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ وصف تھا۔ آپ کے ایک خادم سے پوچھا گیا کہ تیرے ساتھ آپؐ کا کیا معاملہ ہے۔ اس نے کہا سچ تو یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ وہ میری خدمت کرتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

یہ ہے نمونہ اعلیٰ اخلاق اور فروتنی کا۔ اور یہ بات بھی سچ ہے کہ زیادہ تر عزیزوں میں خدام ہوتے ہیں جو ہر وقت گرد و پیش حاضر رہتے ہیں۔ اس لئے اگر کسی کے انکسار و فروتنی اور تحمّل و برداشت کا نمونہ دیکھنا ہو تو ان سے معلوم ہو سکتا ہے۔ بعض مرد یا عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ خدمت گار سے ذرا کوئی کام بگڑا۔ مثلاً چائے میں نقص ہوا تو جھٹ گالیاں دینی شروع کر دیں یا تازیانہ لے کر مارنا شروع کر دیا اور ذرا شوربے میں نمک زیادہ ہو گیا تو بس بیچارے خدمتگاروں پر آفت آئی۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 437، 438)

پھر آپ فرماتے ہیں:

"عاجزی اختیار کرنی چاہیے۔ عاجزی کا سیکھنا مشکل نہیں ہے اس کا سیکھنا ہی کیا ہے۔ انسان تو خود ہی عاجز ہے اور وہ عاجزی کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ مَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ۔ (اَلذّٰریات 57)"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 232)

اسی مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک شعر میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:

جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجالس نہایت سادہ ہوتیں، جس کو جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتا مجلس میں آنے والے احباب سے انتہائی محبت سے ملتے آپؑ کے کسی قول و فعل میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ ظاہر نہ ہوتا تھا کہ آپ بڑے آدمی ہیں۔

حضرت مولانا عبدالکریمؓ صاحب سیالکوٹی اپنی کتاب "سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام" صفحہ 41-42 میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"باہر مسجد مبارک میں آپؑ کی نشست کی کوئی خاص وضع نہیں ہوتی ایک اجنبی آدمی آپؑ کو کسی خاص امتیاز کی معرفت پہچان نہیں سکتا۔ آپؑ ہمیشہ دائیں صف ایک کونے میں مسجد کے اس طرح مجتمع ہو کر بیٹھتے ہیں جیسے کوئی فکر کے دریا میں خوب سمٹ کر تیر تا ہے۔ مَیں جو اکثر محراب میں بیٹھتا ہوں اور اس لئے داخلی دروازہ کے عین محاذ میں ہوتا ہوں بسا اوقات ایک اجنبی جو مارے شوق کے سرزدہ اندر داخل ہوا ہے تو سیدھا میری طرف ہی آیا ہے اور پھر خود ہی اپنی غلطی پر متنبّہ ہوا ہے یا حاضرین میں سے کسی نے اُسی حقدار کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ آپؑ کی مجلس میں احتشام اور وقار اور آزادی اور بے تکلّفی دونوں ایک ہی وقت میں جمع رہتے ہیں ہر ایک خادم ایسا یقین کرتا ہے کہ آپؑ کو خصوصاً مجھ سے ہی پیار ہے۔"

آپؑ کے بڑے بیٹے مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ "والد صاحب نے اپنی عمر ایک مغل کے طور پر نہیں گزاری"...... آپؑ کے حلم اور منکسر المزاجی کی ایک مثال حیات طیبہ میں کچھ یوں تحریر ہے کہ، "قادیان کے کنہیا لعل صراف کا یہ بیان ہے کہ ایک دفعہ خود مرزا صاحب کو بٹالہ جانا تھا آپؑ نے مجھے فرمایا کہ یکّہ کرا دیا جائے۔ حضورؑ جب نہر پر پہنچے تو یاد آیا کہ کوئی چیز گھر میں رہ گئی ہے۔ یکّے والے کو وہیں چھوڑا اور خود واپس پیدل تشریف لائے۔ یکّے والے کو پل پر اور سواریاں مل گئیں اور وہ بٹالہ روانہ ہو گیا اور مرزا صاحب غالباً پیدل ہی بٹالہ گئے تو مَیں نے یکّے والے کو بلا کر پیٹا اور کہا کہ کمبخت اگر مرزا نظام الدین ہوتے تو خواہ تجھے تین دن وہاں بیٹھنا پڑتا تو تُو بیٹھتا لیکن چونکہ یہ نیک اور درویش طبع آدمی ہے۔ اسی لئے تو اسے چھوڑ کر چلا گیا۔ جب مرزا صاحب کو اس کا علم ہوا تو آپؑ نے مجھے بلا کر فرمایا۔ "وہ میری خاطر کیسے بیٹھا رہتا اسے مزدوری مل گئی وہ چلا گیا۔"

(حیات طیبہ صفحہ 15-16)

ایک واقعہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی کتاب "مجدد اعظم" جلد دوم صفحہ 1293-1294 سے تحریر ہے۔

"نواب محمد علی خان صاحب آف مالیر کوٹلہ کی بیگم صاحبہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت اقدسؑ جنازہ کے ساتھ قبرستان تشریف لے گئے۔ نماز جنازہ خود پڑھائی۔ قبر ابھی تیار نہ تھی۔ میں (مؤلف مجدد اعظم) بھی جنازہ کے ساتھ تھا۔ لوگ قبر دیکھنے میں مشغول ہو گئے۔ مَیں بھی اسی طرف متوجہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مَیں جو دیکھتا ہوں۔ تو حضرتؑ صاحب ندارد۔ گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا تو باغ میں ایک طرف اکیلے زمین پر بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ مَیں نے جلدی سے ایک درخت کے نیچے چادر بچھائی اور حضرتؑ سے جا کر عرض کی کہ یہاں تو دھوپ ہے وہاں درخت کے سایہ میں تشریف لے چلئے۔ فرمانے لگے، ہاں یہ ٹھیک ہے۔ آپؑ درخت کے سایہ میں اس درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ مَیں قریب ہی بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں لوگوں نے جو دیکھا کہ حضرت صاحبؑ درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو لوگ وہیں آنا شروع ہو گئے۔ اب جو آتا حضرت اقدسؑ اُسے فرماتے "آیئے آیئے یہاں بیٹھئے" اور خود پیچھے کھسک جاتے اور اُسے چادر پر بٹھا لیتے لوگ آتے گئے اور حضرت صاحبؑ پیچھے کھسک کھسک کر لوگوں کو چادر پر بٹھاتے گئے۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر نہ گزری تھی جو دیکھتا ہوں حضرت صاحب تو مٹی پر بیٹھے ہوئے ہیں اور مرید سارے چادر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آنے والوں کو تو زیارت اور ملاقات کے ذوق شوق میں یہ نظر نہ آیا۔ مگر میں دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں کُڑھ رہا تھا۔ ساتھ ہی ایمان ترقی کر رہا تھا کہ خدا نے کیا مرتبہ دیا ہے اور نفس میں کس قدر انکسار اور فروتنی ہے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس زمانے میں تو خاص طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "تیری عاجزانہ راہیں اُسے پسند آئیں"۔ (تذکرہ صفحہ 595 ایڈیشن چہارم) یہ عاجزانہ راہیں تھیں جنہوں نے ترقی کی نئی راہیں کھول دیں۔ پس ہم جو آپ علیہ السلام کے ماننے والے ہیں، ہم نے اگر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنا ہے، ہم نے اگر خدا تعالیٰ کی مدد سے حصہ لینا ہے، ہم نے اگر اپنے صبر کے پھل کھانے ہیں، ہم نے اگر اپنی دعاؤں کی مقبولیت کے نظارے دیکھنے ہیں تو پھر عاجزی دکھاتے ہوئے اور مستقل مزاجی سے خدا تعالیٰ کے حضور جھکے رہنا ضروری ہے۔ یہی چیز ہے جو ہمیں شیطانی اور طاغوتی طاقتوں سے بھی بچا کے رکھے گی اور یہی چیز ہے جو ہمارے ایمانوں میں مضبوطی پیدا کرے گی اور یہی چیز ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے والا بنائے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نہ سمجھو کہ یہ عاجزی کوئی آسان کام ہے۔ بہت سی اَنائیں، بہت سی ضدیں، بہت سی سستیاں، بہت سی دنیا کی لالچ، بہت سی دنیا کی دلچسپیاں ایسی ہیں جو یہ مقام حاصل کرنے نہیں دیتیں۔ فرمایا اِنَّھَا لَکَبِیۡرَۃٌ۔ یہ آسان کام نہیں ہے، یہ بہت بوجھل چیز ہے۔ وہ تمام باتیں جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے اور اس کے علاوہ بھی بہت سی باتیں ہیں جو صبر اور صلوٰۃ کو اُس کی صحیح روح کے ساتھ اور عاجزی دکھاتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق ادا کرتے ہوئے بجا لانے سے روکتی ہیں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ اُس کا بندہ اُس صبر اور

استقامت کا مظاہرہ کرے اور ایسی عبادت کے معیار بنائے جس میں ایک لحظہ کے لئے بھی غیر کا خیال نہ آئے۔ دنیاوی کاموں کے دوران بھی دل خدا تعالیٰ کے آگے جھکا رہے۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 7/ جون 2013ء)

پھر اسی خطبہ میں حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ سے جب ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ ہم کچھ چیز نہیں ہیں اور تُو ہی ہے جو ہماری دعاؤں کو سن لے، اور ہم میں عاجزی اور انکساری پیدا کر، ہمیں اس معیار پر لے کر آ، تو پھر صبر اور صلوۃ پر قائم رہنے کی بھی ہم نے کوشش کرنی ہے۔ پھر ہم اللہ تعالیٰ سے یہ بھی عرض کرتے ہیں کہ اگر کہیں اس میں، ہماری دعاؤں میں، ہماری کوششوں میں یا ہماری ظاہری عاجزی میں ہمارے نفس کی ملونی ہے تو ہمیں معاف کر دے۔ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ ہماری یہ عاجزی کا احساس ہمارے نفس کا دھوکہ ہو۔ پس ہمیں اُن خٰشعِین میں شمار کر جو حقیقی خٰشعِین ہیں۔ ہمیں اُن عاجزی اور انکسار دکھانے والوں میں شمار کر جن کے بارے میں تیرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس عاجزی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اُنہیں ساتویں آسمان تک اُٹھالیتا ہے۔ ہمیں اس طرز پر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما جس پر تیرے محبوب رسول کے عاشقِ صادق ہمیں چلانا چاہتے ہیں، اُن توقعات پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرما جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت سے کی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔ ایک جگہ آپ اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"ہماری جماعت کو اس پر توجہ کرنی چاہئے کہ ذرا سا گناہ خواہ کیسا ہی صغیرہ ہو جب گردن پر سوار ہو گیا تو رفتہ رفتہ انسان کو کبیرہ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے۔ طرح طرح کے عیوب مخفی رنگ میں انسان کے اندر ہی اندر ایسے رَچ جاتے ہیں کہ ان سے نجات مشکل ہو جاتی ہے۔ انسان جو ایک عاجز مخلوق ہے اپنے تئیں شامتِ اعمال سے بڑا سمجھنے لگ جاتا ہے۔ کبر اور رعونت اس میں آجاتی ہے۔ اللہ کی راہ میں جب تک انسان اپنے آپ کو سب سے چھوٹا نہ سمجھے، چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ کبیرؔ نے سچ کہا ہے۔

بھلا ہوا ہم نیچ بھئے ہر کو کیا سلام

جے ہوتے گھر اُونچ کے ملتا کہاں بھگوان

یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم چھوٹے گھر میں پیدا ہوئے۔ اگر عالی خاندان میں پیدا ہوتے تو خدا نہ ملتا۔ جب لوگ اپنی اعلیٰ ذات پر فخر کرتے تو کبیر اپنی ذات بافندہ پر نظر کر کے شکر کرتا"۔ فرمایا: "پس انسان کو چاہئے کہ ہر دم اپنے آپ کو دیکھے کہ مَیں کیسا ہیچ ہوں۔ میری کیا ہستی ہے۔ ہر ایک انسان خواہ کتنا ہی عالی نسب ہو مگر جب وہ اپنے آپ کو دیکھے گا بہر نہج وہ" (یعنی ہر طریق سے) "کسی نہ کسی پہلو میں بشرطیکہ آنکھیں رکھتا ہو تمام کائنات سے اپنے آپ کو ضرور بالضرور ناقابل و ہیچ جان لے گا۔ انسان جب تک ایک غریب و بیکس بڑھیا کے ساتھ وہ اخلاق نہ برتے جو ایک اعلیٰ نسب عالی جاہ انسان کے ساتھ برتتا ہے یا برتنے چاہئیں اور ہر ایک طرح کے غرور و رعونت و کبر سے اپنے آپ کو نہ بچاوے وہ ہرگز ہرگز خدا تعالیٰ کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جس قدر نیک اخلاق ہیں تھوڑی سی کمی بیشی سے وہ بداخلاقی میں بدل جاتے ہیں۔ اللہ جلّشانہٗ نے جو دروازہ اپنی مخلوق کی بھلائی کے لیے کھولا ہے وہ ایک ہی ہے یعنی دعا۔ جب کوئی شخص بکا و زاری سے اس دروازہ میں داخل ہوتا ہے تو وہ مولائے کریم اُس کو پاکیزگی و طہارت کی چادر پہنا دیتا ہے اور اپنی عظمت کا غلبہ اُس پر اس قدر کر دیتا ہے کہ بیجا کاموں اور ناکارہ حرکتوں سے وہ کوسوں بھاگ جاتا ہے۔ کیا سبب ہے کہ انسان باوجود خدا کو ماننے کے بھی گناہ سے پرہیز نہیں کرتا؟ درحقیقت اس میں دہریت کی ایک رگ ہے اور اس کو پورا پورا یقین اور ایمان اللہ تعالیٰ پر نہیں ہوتا۔ ورنہ اگر وہ جانتا کہ کوئی خدا ہے جو حساب کتاب لینے والا ہے اور ایک آن میں اس کو تباہ کر سکتا ہے تو وہ کیسے بدی کر سکتا ہے۔ اس لیے حدیث شریف میں وارد ہے کہ کوئی چور چوری نہیں کرتا درآنحالیکہ وہ مومن ہے اور کوئی زانی زنا نہیں کرتا درآنحالیکہ وہ مومن ہے۔" (یعنی چور بھی اور زانی بھی بیشک ایک وقت میں ایمان کی حالت میں ہوتے ہیں لیکن ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ وہ غلط کاموں کی طرف رغبت کر لیتے ہیں) فرمایا: "بدکرداریوں سے نجات اُسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ یہ بصیرت اور معرفت پیدا ہو کہ خدا تعالیٰ کا غضب ایک ہلاک کرنے والی بجلی کی طرح گرتا اور بھسم کرنے والی آگ کی طرح تباہ کر دیتا ہے۔ تب عظمت الٰہی دل پر ایسی مستولی ہو جاتی ہے کہ سب افعال بد اندر ہی اندر گداز ہو جاتے ہیں"۔ (یعنی یہ معرفت اور بصیرت پیدا ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا غضب ہلاک کرنے والا ہے اور جب یہ معرفت پیدا ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی عظمت دل میں پیدا ہو جائے گی، ایسی (عظمت) پیدا ہو جائے کہ بالکل دل کو اپنے قبضے میں لے لے تو پھر جو غلط افعال ہیں یا غلط خیالات ہیں، اُن میں پھر بہتری آنی شروع ہوتی ہے۔ وہ ختم ہونا شروع ہو جاتے ہیں) فرمایا: "پس نجات معرفت میں ہی ہے۔" (اللہ تعالیٰ کی یہ معرفت حاصل کرو) فرمایا: "معرفت ہی سے محبت بڑھتی

ہے۔ اس لیے سب سے اول معرفت کا ہونا ضروری ہے۔ محبت کے زیادہ کرنے والی دو چیزیں ہیں۔ حسن اور احسان۔ جس شخص کو اللہ جلّشانہ کا حُسن اور احسان معلوم نہیں وہ کیا محبت کرے گا؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ (الاعراف: 41) یعنی کفار جنت میں داخل نہ ہوں گے جبتک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں سے نہ گزر جائے۔" فرمایا کہ: "مفسّرین اس کا مطلب ظاہری طور پر لیتے ہیں۔ مگر مَیں یہی کہتا ہوں کہ نجات کے طلبگار کو خدا تعالیٰ کی راہ میں نفس کے شُتر بے مہار کو مجاہدات سے ایسا دُبلا کر دینا چاہئے کہ وہ سوئی کے ناکہ میں سے گزر جائے۔ جب تک نفس دنیوی لذائذ و شہوانی حظوظ سے موٹا ہوا ہوا ہے تب تک یہ شریعت کی پاک راہ سے گزر کر بہشت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ دنیوی لذائذ پر موت وارد کرو اور خوف و خشیت الٰہی سے دبلے ہو جاؤ تب تم گزر سکو گے اور یہی گزرنا تمہیں جنت میں پہنچا کر نجات اخروی کا موجب ہو گا۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 314 تا 316)

اللہ تعالیٰ کرے کہ جماعت بحیثیت جماعت بھی اور ہر فردِ جماعت بھی عاجزی اور انکساری کے اُس مقام پر پہنچے جہاں اُن کا صبر بھی حقیقی صبر بن جائے، اُن کی عبادتیں بھی حقیقی عبادتیں بن جائیں جو خدا تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوں۔ ان صبر اور دعاؤں کے پھل اگلے جہان میں نہیں بلکہ اس دنیا میں بھی ایسے لگیں کہ دنیا کو نظر آ جائے کہ یہ جماعت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیدا کی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی سے حاضر ہونے والی، اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر نہایت عاجزی سے عمل کرنے والی ہے۔ خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کرنے والی ہے۔ صبر اور دعا کے ساتھ دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرنے والی ہے۔ مشکلات اور مصائب کے وقت دنیا والوں کی طرف جھکنے والی نہیں بلکہ اُس خدا کی طرف جھکنے والی ہے جو سب طاقتوں کا مالک ہے، جو دشمن کو اُس کے تمام تر ساز و سامان اور ظاہری قوت کے باوجود زیر کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ جب یہ نظارے دنیا کو ہم میں نظر آئیں گے تو دنیا یہ کہنے پر مجبور ہو گی کہ حقیقی مومن یہی ہیں۔ خدا تعالیٰ سے تعلق والے اگر دیکھنے ہیں تو یہی لوگ ہیں جن میں خدا نظر آتا ہے۔ یہی لوگ ہیں جو اپنے رب کا پیار حاصل کرنے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو دنیا کو خدا سے ملنے کے راستے دکھا سکتے ہیں۔ خدا کرے کہ ہم میں سے ہر ایک اس حالت کو حاصل کرنے والا ہو اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے کہ عاجزی اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی محبت میں بڑھتے چلے جانے والا ہو تا کہ نجاتِ اُخروی حاصل کرنے والا ہو۔"

(خطبہ جمعہ 7/ جون 2013ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(بتعاون: زاہد محمود)

✡✡✡✡